OPEN ACCESS
AL-TABYEEN
(Bi-Annual Research Journal of Islamic Studies)
Published by: *Department of Islamic Studies, The University of Lahore, Lahore.*

ISSN (Print): 2664-1178
ISSN (Online): 2664-1186
Jan-Jun 2023
Vol: 7, Issue: 1
Email: altabyeen@ais.uol.edu.pk
OJS: hpej.net/journals/al-tabyeen/index

The Shari'ah Principles on prohibited matters in the financial system

مالیاتی نظام میں ممنوع معاملات کے شرعی ضوابط

Saima Muhammad *
Department of Islamic Studies, the University of Lahore, Lahore, Pakistan
https://orcid.org/0009-0001-7993-5698
Hafiz Fazal ur Rehman
Department of Islamic Studies, University of Karachi, Karachi, Pakistan
https://orcid.org/0009-0000-2132-8142

ABSTRACT

Most of the issues of human life depend on finance. And with the speed of time, financial matters are increasing. Therefore, in this regard, we must be careful to distinguish between halal and haram. Because the inclusion of haram in the financial system affects Individual and community life. The prohibited financial system gives way to selfishness, greed, and other unethical practices as the capitalist are only interested in getting the most out of their money. It is contradictory to Islamic teachings and thus impacts the social systems and ethical standards. It hurts the basics and therefore is not advisable even though it might look beneficial at times. Only Islamic law provides basic Shariah principles in the financial system through which it is easy to distinguish between halal and haram. In this article “The Shari'ah Principles of Prohibition in the Financial System "are discussed So that the basic principles presented by Islam prove to be helpful in every stage of life.

Keywords: finance, Shari'ah, Prohibition, Financial System, contradictory.

*Corresponding Author: **Saima Muhammad** (saima@ais.uol.edu.pk)
Received: 15 March2023; Accepted: 19 May 2023; Published online: 22 June 2023

جدید ترقی یافتہ دور میں مالیاتی نظام نے اقتصادی ترقی کا روپ دھار لیا ہے۔ فی زمانہ مالیاتی افزائش اور معاشی ترقی کی تگ ودو انسانی زندگی کا اہم مقصد ہے۔اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مالیات کا انسانی زندگی سے بہت گہرا ربط ہے۔انسانی زندگی کے بیشتر معاملات کا انحصار مالیات سے متعلق ہے ۔اور وقت کی رفتار کے ساتھ مالیاتی معاملات میں اضافہ یقینی طور پر ہو رہا ہے۔ لہٰذا اس ضمن میں یہ احتیاط بہت ضروری ہے کہ حلال و حرام مالی معاملات میں تمیز کی جائے۔ کیونکہ مالی معاملات میں حرام کی شمولیت انفرادی واجتماعی زندگی کو مؤثر کرتی ہے ۔بظاہر افزائش پانے والا مال در حقیقت تباہی کا مؤجب ہوتا ہے یہی وجہ ہے اسلام ضابطہ حیات ہونے کے سبب مالیاتی معاملات میں بنیادی شرعی اصول فراہم کرتا ہے جن کے ذریعے سے حلال اور حرام میں تمیز کرنا آسان ہے۔

زیر نظر مضمون میں "مالیاتی نظام میں حرمت کے شرعی اصول" بیان کئے گئے ہیں تا کہ اقتصادی ترقی کی دوڑ میں اسلام کے پیش کردہ بنیادی اصول ہر مرحلہ میں معاون آلہ کار ثابت ہوں۔ دنیا کی تاریخ اور کتب مقدسہ شاہد ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے کسی دور میں بھی معیشت میں ایسے قوانین کو قطعاً کوئی راہ نہیں دی جس سے اقتصادی ،معاشی،معاشرتی،اخلاقی وتمدنی خرابیاں رونما ہوتی ہوں جو کہ زمین پر فساد کا موجب ہو۔

مالیات میں حرمت کے شرعی اصول

شریعت اسلامیہ کا یہ اصول ہے کہ وہ قواعد وضوابط متعین کرتی ہے تا کہ مسائل کی تفہیم میں آسانی رہے۔ معاملات کے متعلق یہ اصول خاص ہے کہ "معاملات میں اصل حلت اور اباحت ہے جب تک کہ حرمت کی دلیل موجود نہ ہو" چہ جائیکہ وہ دلیل قطعی نصوص شرعیہ سے ثابت ہو یا نصوص شرعیہ کی اصل اس مسئلہ کی قیاساً حرمت ثابت کرتی ہو۔جیسا کہ ''محمد بن إبراهيم بن عبد الله التويجري''فرماتے ہیں کہ:

"مدار المعاملات المحرمة على ثلاثة أشياء هي:الربا .. والظلم .. والغرر. فكل معاملة اشتملت على واحد من هذه الثلاثة فالشرع قد حرمها، وما عدا ذلك فهو حلال: لأن الأصل في المعاملات الحل والإباحة"-[1]

---

[1] ۔ محمد بن إبراهيم التويجري، مختصر الفقه الإسلامي في ضوء القرآن والسنة(السعودية: دار أصداء المجتمع، ۱۴۳۱ ھ)-- ۲۰۱۰)، ۱:۷۲۵

Muhammad bin Ibrahim , Mukhtasir ul Fiqh ul Islami fi Duoe ul Qur'an wa Sunnah (Dar Asdaa Al-Mujtamee, almamlikat, Edition: Eleventh, 1431 AH - 2010 AD), 1:. 725

"مالیاتی معاملات میں حرمت کا انحصار ان تین امور میں سے کسی بھی ایک کے پائے جانے پر ہے۔ وہ تین امور یہ ہیں۔ (۱) ظلم (۲) ربا (۳) غرر، پس جو بھی معاملہ ان تین امور میں سے کسی بھی ایک امر پر مشتمل ہو گا تو شریعت اس معاملے کے متعلق حرمت ثابت کرتی ہے۔ اس کے علاوہ تمام معاملات حلال و جائز ہیں کیونکہ معاملات میں اصل حلت و اباحت ہے۔"

یعنی کہ معاملات میں اصل حلال و مباح ہے۔ اور جو چیز حرام ہے اس کا الگ سے اصول بیان کر دیا گیا ہے۔ لہذا جس مالی معاملہ کو اسلام نے ممنوع قرار دیا ہے وہ معاملہ حرام قرار پائے گا اور جس کی حرمت شریعت مطہرہ سے ثابت نہیں ہے وہ معاملہ جائز ہو گا۔ وہ تین امور جنہیں شریعت اسلامیہ مالیاتی معاملات میں حرمت کا سبب قرار دیتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

1۔ ظلم

2۔ ربا

3۔ غرر

یعنی کہ کسی بھی مالی معاملے میں حق تلفی (ظلم)، دھوکہ (غرر) اور سود (یعنی ربا) میں سے اگر کوئی ایک امر موجود ہے تو وہ اس مالی معاملہ کو حرام کرنے ہی کا سبب ہے۔ کیونکہ اسلام کے بنیادی ارکان و فرائض کے بعد حلال کا حصول فرض ہے۔ اور حرام سے بچنے کے لئے شبہات سے دور رہنے کی احتیاطی تدابیر دی گئی ہیں۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ایسے زمانے کی پیش گوئی کی ہے کہ جس میں حلال و حرام ذرائع آمدن کی کوئی فکر نہ ہو گی۔

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ، لاَ يُبَالِي المَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ، أَمِنَ الحَلاَلِ أَمْ مِنَ الحَرَامِ"[1]

"سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جب آدمی کو اس بات کی پرواہ نہ ہو گی کہ اس نے حلال ذرائع سے حاصل کیا ہے یا حرام سے:

اسی فکری زاویہ کو اجاگر کرنے کی غرض سے ان تینوں امور کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

[1] ۔ محمد بن إسماعيل البخاري، الجامع الصحيح(بيروت: دار طوق النجاة ، 1422ھ)، 3: 55،رقم الحديث:2059
Muhammad bin Ismaeel, Sahih Al-Bukhari,(Dar Touq Al-Najat, Edition: First, 1422 AH), 3 : 55, Hadith No.: 2059

(1) مالیاتی ظلم

ظلم کی قباحت وشناعت شدید ہونے کی وجہ سے اللہ رب العزت نے ظلم کو اپنے اوپر بھی حرام کیا ہے اور اپنے بندوں پر بھی۔ ظلم عبادات و معاملات کی ہر نوع میں ممکن ہے۔ لیکن موضوع کے پیش نظر صرف مالیاتی ظلم کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔

لغت میں "ظلم" کہتے ہیں کسی چیز کو اس کے موضوع مقام سے غیر موضوع مقام پر رکھنا۔ جیسا کہ قاموس الفقھی میں ہے کہ:

> " الظلم: وضع الشئ في غير موضعه المختص به، إما بنقصان أو زيادة.وإما بعدول عن وقته ومكانه--- الظالم: اسم فاعل.- عند الشافعية: المستولي على المال عدوانا. "[1]
>
> ظلم کہتے ہیں کہ کسی چیز کو اس کے اس اصل مقام پر نہ رکھنا جس کے لئے اسے مختص کیا گیا ہے، خواہ کمی یا زیادتی کر کے یا اسے اس کے صحیح وقت اور مناسب جگہ سے ہٹا کر غیر متوازن کیا جائے۔ ظالم اسم فاعل ہے۔ شوافع کے نزدیک ظالم وہ ہوتا ہے جو مال پر زیادتی کرتے ہوئے قابض ہوتا ہے۔

واضح یہ ہوا کہ اصل حقدار کے حق میں یا مال میں کمی وزیادتی، حد سے تجاوز کرنا یا صحیح وقت اور جگہ کو غیر مناسب وقت اور جگہ میں منتقل کرنا، موضوع کو غیر موضوع میں بدلنا، متوازن کو غیر متوازن کرنا ظلم ہے۔ اور ان تمام کا تعلق اگر مالیاتی معاملات سے ہے تو یہ مالیاتی ظلم ہے۔ اور اس کی کئی صورتیں ہیں۔ قرآن نے جن صورتوں کی طرف اشارہ کیا ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

ربا (سود): ربا کی حرمت قرآن کریم سے ثابت ہے، اس کی حرمت کا سبب ہی ظلم ہے۔ اگرچہ ربا بذاتہ مالیاتی معاملات میں حرمت کا اصل سبب بھی ہے لیکن ربا ظلم کے تحت بھی حرام ہے جیسا کہ اللہ رب العزت نے ربا سے باز آجانے کی صورت میں فرمایا کہ:

---

1 - أبو حبيب سعدي ، الدكتور ، القاموس الفقهي لغة واصطلاحا(دمشق: دار الفكر، 1408 هـ، 1988) ، 238

Saadi, Dr. Abu Habib, Alaqamoos ul Fiqhee, Lughtan w Istlahan (Damashq:Dar Al-Fikr. 1408 AH = 1988 AD),. 238

﴿لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ﴾[1]

(سود سے توبہ کر لینے کی صورت میں) نہ تم ظلم کروگے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔

اپنی منشا سے تصرف: انسان مالیات یا تحصیلِ دولت اور صرفِ دولت دونوں کو ہر قسم کی اخلاقی و مذہبی پابندیوں سے آزاد دیکھنا چاہتا ہے۔ کمانا چاہیے خواہ کسی ذریعہ سے بھی ہو، اڑانا چاہیے خواہ خرچ کی جو راہیں بھی ہوں۔ اسی بنا پر مالیات کے مسئلے میں ہر قسم کی بے قیدیوں کا دیدہ دلیری سے ارتکاب کرتا ہے بس صرف اپنی خواہشات کی تکمیل کو حرفِ آخر سمجھتا ہے، جو کہ مالیاتی معاملات میں ظلم ہے اس مکتبِ خیال کا تذکرہ قرآن نے حضرت شعیبؑ کی قوم کے ذکر میں کیا ہے۔ جب حضرت شعیبؑ نے ان پر معاشی پابندیوں کو عائد کرنا چاہا، تو ان کو جواب میں یہ کہا گیا کہ:

﴿قَالُوا يَاشُعَيْبُ أَصَلَاتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَنْ نَفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ﴾[2]

”انہوں نے کہا شعیب کیا تمہاری نماز تمہیں یہ سکھاتی ہے کہ جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں ہم ان کو ترک کر دیں یا اپنے مال میں جو تصرف کرنا چاہیں تو نہ کریں۔ تم تو بڑے نرم دل اور راست باز ہو“

یعنی کہ قوم شعیب کے معاشی ماہرین کا طنز میں تبصرہ یہ تھا کہ ہمیں اپنے مال میں اپنی منشا کے مطابق تصرف کرنے کا اختیار ہونا چاہیئے۔ تمہاری عبادات کا دخل ہماری منشا کے مطابق مالی معاملات میں نہیں ہونا چاہیئے۔ لہٰذا اگر خود شرک نہیں کرتے، مال میں من چاہا تصرف نہیں کرتے تو اپنی تبلیغ کو ہم پر لاگو نہ کریں بالخصوص عقائد اور معاشی زندگی میں۔ ہو بہو آج کے بھی آزاد مکتب خیال ہر طرح کی سلاسلِ پابند سے دور ہو کر مال کی کمائی اور تصرف کو خالصتاً اپنا حق سمجھتے ہیں۔ انسان اپنی خواہشات کو جتنا بڑھا لے، اور انفاق میں من چاہا خرچ کرے تو اس کی یہ آزادی صرف اس دنیا تک ہے بروز قیامت اللہ رب العزت اس کا حساب لیں گے کہ مال کمانے کے ذرائع کیا

---

[1] ۔ البقرة : 279.
Al Baqara:279

[2] ۔ هود: 87
Hood :87

تھے اور مال خرچ کرنے کے مصارف کیا تھے؟ درج ذیل حدیث بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ حضورﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

"قیامت کے دن آدمی کے دونوں قدم اسوقت تک (محاسبہ) کی جگہ سے ہٹ سکیں گے جب تک پانچ چیزوں کا مطالبہ نہیں ہو جائے گا اور ان کا معقول جواب نہیں مل جائے گا (۱) اپنی عمر کس کام میں خرچ کی؟ (۲) اپنی جوانی کس چیز میں خرچ کی؟ (۳) مال کہاں سے کمایا؟ (۴) اور کہاں خرچ کیا؟ (۵) اپنے علم میں کیا عمل کیا؟"۔[1]

بخل: مال سے محبت اور لگاؤ بہت زیادہ ہونے کی بناپر خرچ کرنے کی عادت کم سے کم ہوتی ہے اور مال کو جمع کرنے کی خواہش زیادہ ہوتی ہے، جس کی وجہ سے زکوۃ اور دوسرے شرعی انفاق بخل کی وجہ سے نہیں ہو پاتے اور دولت کی گردش رک جاتی ہے جو کہ ظلم ہے۔ قرآن نے واضح کیا ہے کہ قیامت کے دن یہ بخل والا مال گردن کا طوق ہوگا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾۔[2]

"جو لوگ مال میں جو خدا نے اپنے فضل سے ان کو عطا فرمایا ہے بخل کرتے ہیں وہ اس بخل کو اپنے حق میں اچھا نہ سمجھیں۔ (وہ اچھا نہیں) بلکہ ان کے لئے برا ہے وہ جس مال میں بخل کرتے ہیں قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر ان کی گردنوں میں ڈالا جائے گا۔ اور آسمانوں اور زمین کا وارث خدا ہی ہے۔ اور جو عمل تم کرتے ہو خدا کو معلوم ہے۔"

مہنگائی: قیمتوں کے تعین کے لئے عربی میں "تسعیر" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ تسعیر قدرتی بھی ہو سکتی ہے اور

---

[1] ۔ أبو عيسى محمد بن عيسى الترمذي ، السنن(بيروت: دار إحياء التراث العربي،س ن) ،باب في القيامة،رقم الحديث: ٢٤١٧

Abu Issa, Al-Tirmidhi, Muhammad bin Issa, "Al-Jami Al-Sahih Sunan Al-Tirmidhi (Beirot: Dar Ihya Al-Turath Al-Arabi), 4: 612, H: 2417

[2] ۔آل عمران : 180

Aal Imran:180

تسعیر مصنوعی بھی، تسعیر قدرتی یہ ہے کہ کہ گرانی قدرتی اسباب کی وجہ سے ہو جس میں پیداوار کی کمی یا کسی آفت و قحط کا نازل ہونا سبب بنتا ہے۔ تو ایسی صورت حال میں حاکم وقت کو اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ اشیا کی قیمتیں وہی رہنے دیں جو کہ مارکیٹ ریٹ کا تقاضا ہے تاکہ تاجروں پر ظلم نہ ہو۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ:

" عَنْ أَنَسٍ قَالَ: غَلاَ السِّعْرُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، سَعِّرْ لَنَا، فَقَالَ إِنَّ اللهَ هُوَ الْمُسَعِّرُ، القَابِضُ، البَاسِطُ، الرَّزَّاقُ، وَإِنِّي لأَرْجُو أَنْ أَلْقَى رَبِّي وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنْكُمْ يَطْلُبُنِي بِمَظْلِمَةٍ فِي دَمٍ وَلاَ مَالٍ.[1]

"انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں غلہ وغیرہ کی قیمتیں بڑھ گئیں (یعنی مہنگائی ہوگئی)، تو لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ ہمارے لیے نرخ مقرر کر دیجئے، آپ نے فرمایا'': نرخ مقرر کرنے والا تو اللہ ہی ہے، وہی روزی تنگ و فراخ کرنے والا اور بہت روزی رزق دینے والا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے رب سے میں اس حال میں ملاقات کروں کہ تم میں سے کوئی ایک بھی مجھ سے جانی و مالی ظلم کے بدلہ کا مطالبہ کرنے والا نہ ہو۔

تو حدیث کے مطابق صحابہ کی شکایت کے باوجود آپ نے گرانی (تسعیر) کے حوالے سے تاجروں کو کم قیمت کا پابند نہیں کیا کیونکہ مقررہ قیمتوں کی وصولی تاجروں کا حق تھا اور آپ ﷺ تاجروں پر ظلم نہیں کرنا چاہتے تھے۔ جیسا کہ "موطا امام مالک" میں ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مَرَّ بِحَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ وَهُوَ يَبِيعُ زَبِيبًا لَهُ بِالسُّوقِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: «إِمَّا أَنْ تَزِيدَ فِي السِّعْرِ، وَإِمَّا أَنْ تُرْفَعَ مِنْ سُوقِنَا»[2]

"عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حاطب بن ابی بلتعہ کے پاس سے گزرے اور وہ بازار میں خشک انگور (منقی) بیچ رہے تھے تو عمر بن خطاب نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا، یا تو نرخ بڑھا دو یا پھر ہمارے بازار سے اٹھ جاؤ"

---

[1] ۔ الترمذی ، السنن(بیروت: دار الغرب الإسلامي ، 1998)، 2: 596،رقم الحديث : **1314**

Abu Issa, Muhammad bin Issa Al-Tirmidhi, Aljame ul kabeer- Sunan Al-Tirmidhi(Beirot :Dar Al-Gharb Al-Islami, 1998), 2: 596, H.: 1314

[2] ۔ مالك بن أنس ،الموطأ (بيروت :دار إحياء التراث العربي،1406 ھ) ،2: 651،رقم الحديث: 57

Malik bin Anas bin Malik bin Amer, Muwatta Imam Malik(Beirot: Dar Ahya uturas 1406), 2: 651

یعنی کہ یہ بات مارکیٹ میں دوسرے تاجروں کے لئے تکلیف کا باعث تھی کہ ایک تاجر کم قیمت لگا کر اپنا سارا مال جلد بیچ دے اور دوسرے تاجر اصل قیمت کی ادائیگی کی وصولی کی وجہ سے محروم رہیں۔ لہذا تاجروں کا ریٹ ایک ہی طرح کا مقرر کردہ نرخ کے مطابق ہونا چاہیئے۔ دوسری صورت تسعیر کی یہ ہے کہ گرانی کی وجوہات قدرتی اسباب نہ ہو بلکہ تاجروں کی جانب سے نفع اندوزی کی وجہ سے خودساختہ مہنگائی ہو تو اس صورت میں حاکم وقت مہنگائی کو کنٹرول کرنے کے لئے تاجروں کو مناسب قیمت کا پابند ٹھہرائے گا تاکہ غریب عوام پر ظلم نہ ہو۔

ذخیرہ اندوزی (احتکار): غلّہ، اجناس، جانوروں کا چارہ اور ایندھن وغیرہ کا ذخیرہ کرنا اس نیت سے کہ اشیاء کی قیمتوں میں جب اضافہ ہو گا تو فروخت کرینگے تاکہ زیادہ سے زیادہ منافع حاصل ہو۔ یہ مالیاتی نظام میں ظلم کی واضح صورت ہے کیونکہ اس سے بروقت ضرورت کی چیز سے معاشرے کو محروم رکھا جاتا ہے اور پھر زیادہ دام میں بیچنے میں بھی ظلم ہے کیونکہ اس مال کے مارکیٹ ریٹ مناسب تھے جب اسے حاصل کیا گیا تھا اور اب عملِ احتکار کے ذریعے اسے مہنگا بیچا جارہا ہے تو گویا احتکار گرانی کا بھی سبب بنتا ہے۔ بعض فقہاء کا یہ موقف بھی ہے کہ احتکار کرنے والے کو بیچنے پر مجبور کیا جائے گا۔

"ان المحتكر يجبر على بيع ماعنده "[1]

"جو کچھ بھی اس نے احتکار کیا ہے اس پر جبر کیا جائے کہ وہ بیچے"

میسر (جوا): عربی لغت میں جوا کے لئے لفظ "میسر" استعمال ہوتا ہے۔ میسر سے مراد قمار ہے، قمار میں مال ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں بلا استحقاق چلا جاتا ہے۔ لیکن یہ تجارت یا گردش دولت نہیں ہے۔ بلکہ ناحق مال کی منتقلی ہے جو کہ مالیاتی نظام میں ظلم کی صورت ہے، قرآن نے صریحاً اسے شیطانی عمل قرار دیا ہے، کیونکہ اس سے دشمنیاں جنم لیتی ہیں۔

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ‑إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ

[1] ۔ محمد سليمان الاشقر ،بحوث فقهية فی قضايا اقتصادية معاصرة۔(اردن:دار النفائس ، ١٩٩٨)، ٢: ٤٨٩
Muhammad Suleiman Al-Ashqar, Buhos faqee fi qadaya iqtisadyah muasirah(urdan: Dar Al-Nafa'is, 1998), 2:489

بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾[1]

''اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پاسے (یہ سب) ناپاک کام اعمال شیطان سے ہیں سو ان سے بچتے رہنا تاکہ نجات پاؤ۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمہارے آپس میں دشمنی اور رنجش ڈلوادے اور تمہیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو تم کو (ان کاموں سے) باز رہنا چاہیئے''

چوری: جس معاشرے میں چوری انفرادی واجتماعی یا عوامی وحکومتی سطح پر عام ہو جائے اس ملک کا مالیاتی نظام بگاڑ کا شکار ہو جاتا ہے۔ چور محنت سے جی چراتا ہے اور دوسرے کی محنت کی کمائی کو ناحق حاصل کرتا ہے، جو کہ ظلم ہے چوری سے حاصل ہونے والا مال اللہ تعالیٰ نے ناجائز قرار دیا ہے اور چور (سارق) کے لئے قطع ید کی سزا بھی مقرر کی ہے، تاکہ معاشرے میں چوری عام نہ ہو۔

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾[2]

''اور جو چوری کرے مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو، یہ ان کے فعلوں کی سزا اور خدا کی طرف سے عبرت ہے اور خدا زبردست (اور) صاحب حکمت ہے۔''

تجارتی بددیانتی: گزشتہ اقوام کی بربادی کے اسباب میں سے ایک سبب ''ناپ تول میں کمی'' بھی ہے، کیونکہ کم تولنا، کم ناپنا، کم پیمائش کرنا اور ایسے ترازو اور پیمانے کا استعمال جو درست نہ ہو۔ باٹ لینے کے اور دینے کے اور ہوں۔ صریحا مالیاتی نظام میں ظلم ہے۔ کیونکہ ناپ تول میں کمی سے معاشی بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور حق دار کی طرف اس کی ملکیت پوری طرح سے نہیں پہنچتی۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ:

﴿فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي

---

[1] ۔سورة المائدة: 90-91
Al Maidah:90-91

[2] ۔سورة المائدة : 38
Al Maedah:38

الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾[1]

"تو تم ناپ تول پورا کیا کرو اور لوگوں کو چیزیں کم نہ دیا کرو۔ اور زمین میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرو۔ اگر تم صاحب ایمان ہو تو سمجھ لو کہ یہ بات تمہارے حق میں بہتر ہے۔"

یتیم کے مال کا ناحق استعمال: یتیم کے مال کا ناحق استعمال بھی ظلم ہے کیونکہ یتیموں کا مال ان کا معاشی سہارا ہوتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی سخت سزا بیان فرمائی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا﴾[2]

"بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔ اور عنقریب وہ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے۔"

گداگری: گداگری بھی معاشی نظام میں ظلم کی صورت ہے کیونکہ اس سے اخلاقیات ناپید ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرے کا ایک صحت مند طبقہ بیکار ہو جاتا ہے جو کہ اگر محنت اور کام کاج کرے تو ملک کو بھی فائدہ ہو گا اور خود اس کو بھی معاشی فوائد حاصل ہونگیں۔ اور اس طرح بدحالی کے بجائے خوشحالی پروان چڑھے گی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَأَنْ يَحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلَى ظَهْرِهِ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ»[3]

"تم میں اگر کوئی لکڑی کا گٹھ (جنگل سے کاٹ کر) اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے (یعنی محنت کر کے اسے بیچے، مال کمائے) وہ اس سے بہتر ہے کہ ہر ایک سے سوال کرے یا تو وہ دیا جائے یا روک دیا جائے"

رشوت: رشوت کرنسی کی شکل میں ہو یا پھر ترقی یافتہ دور کی کوئی نئی شکل ہو۔ اپنے ناجائز مطالبات پورے

---

[1] ۔سورۃ الاعراف: 85
Al Araf:85

[2] ۔سورۃ النساء: 10
Al Nisa:10

[3] ۔ البخاري ،الجامع الصحيح رقم الحديث : 2374
Al-Bukhari, Sahih Al-Bukhari, H:2374.

کرنے کے لئے رشوت کا استعمال معاشرے میں ظلم کو جنم دیتا ہے۔ کیونکہ جائز مصارف کے بجائے مال ناحق طریقے سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ حدیثِ پاک کے مطابق رشوت کے عمل میں ملوث دونوں ملعون ہیں۔

"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" لعنة الله على الراشي والمرتشي۔[1]

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے دونوں پر اللہ کی لعنت ہے"

یعنی کہ رشوت لینے، دینے والے دونوں ملعون ہیں کیونکہ مال کو ناحق ذریعہ سے حاصل کیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ مالیاتی نظام میں حقدار کو اس کے اصل حق سے محروم کرنا مالیاتی نظام میں ظلم ہے اور ظلم کی بناپر وہ امور ممنوع ہیں جن میں حق تلفی کی آمیزش ہے۔ گویا کہ درج بالا کے علاوہ بھی وہ تمام امورِ مالیات حرام قرار پائیں گے جن میں ظلم کا عنصر شامل ہے۔

(2) مالیاتی نظام میں غرر

غرر کو مالیاتی معاملات میں جائز و ناجائز ہونے کے اعتبار سے اصل حیثیت حاصل ہے کیونکہ غرر مالیاتی نظام کا اہم باب ہے، غرر کا لفظ دھوکہ، فریب، خطرات میں ڈالنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ عبارت سے واضح ہے۔

"الغَرَرُ: اسْمُ مَصْدَرٍ مِنْ التَّغْرِيرِ، وَهُوَ الخَطَرُ وَالخِدَاعُ والتَّعْرِيضُ لِلهَلاكِ،[2]

"لغت میں غرر "تغریر" سے اسم مصدر ہے، اور تغریر خطرہ، نقصان، فریب اور بربادی کے لئے پیش کرنے کو کہتے ہیں"

جس مالیاتی نظام میں غرر ہو یعنی وہ معاملہ ایسا ہو کہ اس کا نتیجہ دوسرے فریق کے لئے بالکل واضح نہ ہو اور اس مالیاتی معاملہ کی وجہ سے دوسرے فریق کے لئے نقصانات اور خطرات میں واقع ہونے کے امکانات ہو۔ وہ حرام

[1] ۔ محمد بن يزيد ابن ماجة القزويني، السنن (بيروت: دار إحياء الكتب العربية، س ن)، -رقم الحديث:2313
Muhammad bin Yazid Ibn Majah, Sunan Ibn Majah (Dar Ahaya I kutb), 2: 775, H.: 2313

[2] https://islamic-content.com/dictionary/word/7256

ہے خواہ یہ مالیاتی معاملات اراضی کی خرید وفروخت سے متعلق ہوں یا بینکاری سے، یا نیٹ ورک کے ذریعے سے خرید وفروخت کے معاملات ہوں یا معمول کے مطابق مالیاتی لین دین کے معاملات ہوں۔

کیونکہ مالیاتی نظام میں غرر کی بناپر کئی مفاسدات جنم لیتے ہیں۔ناواقفیت (مجہولیت) اور دھوکہ کی بناپر طے شدہ مالی معاملات میں ایسی شرائط پائی جاتی ہیں جو کہ فریق کو نقصان کی جانب لے جاتے ہیں جس کی وجہ سے طرفین میں بدگمانی اور جھگڑے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔لہٰذا عصر حاضر میں مالیاتی معاملات کی کوئی بھی قسم ایسی ہو جن میں غرر کی کوئی نہ کوئی صورت پائی جاتی ہے وہ ممنوع ہے۔

شریعت اسلامیہ نے کچھ ایسی صورتیں ذکر کی ہیں جو کہ غرر کی بناپر ممنوع ہیں عصر حاضر کے مالی معاملات کو ان کی روشنی میں دیکھ کر یہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ اس میں کس نوعیت کا غرر ہے جو اسکی حرمت کا سبب ہے۔امام ابن کثیر فرماتے ہیں:

﴿وَإِنَّمَا حُرِّمَتِ الْمُخَابَرَةُ وَهِيَ: الْمُزَارَعَةُ بِبَعْضِ مَا يَخْرُجُ مِنَ الْأَرْضِ، وَالْمُزَابَنَةُ وَهِيَ: اشْتِرَاءُ الرُّطَبِ فِي رُؤُوسِ النَّخْلِ بِالتَّمْرِ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ، وَالْمُحَاقَلَةُ وَهِيَ: اشْتِرَاءُ الْحَبِّ فِي سَنْبُلِهِ فِي الْحَقْلِ بِالْحَبِّ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ إِنَّمَا حُرِّمَتْ هَذِهِ الْأَشْيَاءُ وَمَا شَاكَلَهَا﴾[1]

"اور بے شک حرام کر دیا گیا ہے مخابرہ کو یعنی کہ کھیت کی پیداوار میں سے اپنے لئے کچھ خاص کر لینا (جیسے کسی درخت یا زمین کے بعض حصہ کو خاص کر لینا وغیرہ) اور مزابنہ کو یعنی کہ درخت میں لگی ہوئی کھجور کو زمین پر اتری ہوئی کھجور سے بیچنا اور محاقلہ کو یعنی کہ کھیت میں لگے ہوئے کچے اناج کو پکے ہوئے اناج کے عوض خریدنا۔یہ تمام اشیاء حرام کر دی گئی ہیں اور جو اس سے مماثل ہوں"

یعنی ان تمام اقسام کی ممانعت اسوجہ سے ہے کہ ان اقسام میں عوض مجہول اور غیر متعین مقدار میں ہے جس

[1] ۔ إسماعيل بن عمرابن كثير ، تفسير القرآن العظيم،(بيروت:دار طيبة للنشر والتوزيع، ١٤٢٠ھ)، ١: ٧١٠
Ismail Ibn Omar, Interpretation of the Great Qur'an, Publisher (Dar Taibah for Publishing and Distribution, Edition: Second 1420 AH), 1: 710

سے شائبہ غرر اور ربا پایا جارہا ہے۔ غرر کی ممانعت پر حدیث پاک کے واضح الفاظ ہیں۔

«نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْحَصَاةِ، وَعَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ»[1]

"کہ آپ ﷺ نے کنکری کی بیع سے منع فرمایا اور غرر کی بیع سے"

غرر کی مزید بھی صورتیں ہیں جیسا کہ شہری تاجروں کا دیہاتی تاجروں کا مال لے کر مہنگے داموں فروخت کرنے کی غرض سے روک رکھنا، اس میں بھی کئی قباحتیں شامل ہیں۔ مثلاً دیہاتی سے اصل دام سے بہت کم پر خریدنا، اور عام صارفین کو مہنگا کر کے فروخت کرنا، کیونکہ اگر مال مارکیٹ تک پہنچتا تو عام صارفین کو مناسب دام ملتے اور دیہاتی تاجر کو بھی منافع حاصل ہوتا۔ اسی ضمن میں امام مسلم نے "باب تحریم تلقی الجلب" کے تحت فرمایا کہ:

«أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ تُتَلَقَّى السِّلَعُ حَتَّى تَبْلُغَ الْأَسْوَاقَ»[2]

"رسول اللہ ﷺ نے منع کیا آگے جا کر اسباب تجارت سے ملنے کا یہاں تک کہ وہ بازار میں آئیں"

گویا کہ راستے میں مال تجارت کو حاصل کرنا اور اسے مارکیٹ تک نہ پہنچنے دینا غرر کی صورت ہے. یعنی کہ اصل تاجر کو مارکیٹ ریٹ سے ناواقف رکھنے کی کوشش بھی ظلم ہے اور ایسی تمام صورتوں کو شریعت مطہرہ حرام قرار دیتی ہے، جن میں غرر ہے جیسا کہ پھلوں کی فصل تیاری سے پہلے بیچنا، جو چیز ملکیت میں نہیں ہے اس کو بیچنا، بیچی جانے والی چیز کا عیب چھپا کر بیچنا، بیچنے اور خریدنے والے کی ناواقفیت سے ناجائز فائدہ اٹھانا، قبضہ حاصل کرنے سے پہلے بیچنا، یا بیچنے سے پہلے کئی دن جانوروں کا دودھ نہ دوہنا تاکہ زیادہ رہے۔ نمائشی خریدار بن کر زیادہ قیمت لگانا تاکہ اصل خریدار زیادہ قیمت ادا کرے۔ قطعی طور پر ممنوع ہے۔ اور عصر حاضر میں جو جدید مالیاتی نظام کی قسم اس سے ہم آہنگ ہوگی جو غرر یا شائبہ غرر کی وجہ سے ممنوع ہیں تو وہ امر بھی حرام قرار پائے گا۔

---

[1] ۔ مسلم بن الحجاج ، الجامع الصحيح المختصر (بيروت: دار إحياء التراث العربي ،س ن)، بيروت، بَابُ بُطْلَانِ بَيْعِ الْحَصَاةِ، وَالْبَيْعِ الَّذِي فِيهِ غَرَرٌ،رقم الحديث : 1513

Muslim bin Al-Hajjaj, Sahih Muslim(Beirot: Dar Ahya uturas Arbe), 3: 1153, H: 1513,

[2] ۔ مسلم بن الحجاج ، الجامع الصحيح ، بَابُ بُطْلَانِ بَيْعِ الْحَصَاةِ، وَالْبَيْعِ الَّذِي فِيهِ غَرَرٌ،رقم الحديث : 1517

Muslim bin Al-Hajjaj, Sahih Muslim, 3, : 1156, H: 1517

(3)مالیاتی نظام میں ربا

اردو زبان میں جس چیز کو"سود" کہا جاتا ہے عربی میں اسکو**"ربا"** کہتے ہیں۔عربی لغت میں ربا کے معنی زائد، زیادتی، نمو،اورافزائش کے ہیں۔جس کی تائید:الجامع لاحکام القران(تفسیر القرطبیؒ)سے بھی ہوتی ہے۔

"الربا فی اللغة:"الزیادة مطلقا"[1]۔لغت میں مطلقاً زیادتی کو"ربا" کہا جاتا ہے۔

ربا کے لغوی معنی کے تناظر میں دیکھا جائے تو ربا جسے "سود" بھی کہتے ہیں اس سے مقصود یہی ہے کہ مال کا زیادہ ہو جانا اور اسکا اصل سے بڑھ جانا،چنانچہ اس معنی کی تصریح بھی خود قرآن پاک میں کر دی گئی ہے۔جہاں ربا کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ رِبًا لِيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِنْدَ اللَّهِ﴾[2]

"اور جو تم سود دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں افزائش ہو تو خدا کے نزدیک اس میں افزائش نہیں ہوتی"

دوسری آیت بھی اسی معنی کی صراحت کرتی ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾[3]

"مومنو! خدا سے ڈرو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو جتنا سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو"

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ ربا زیادتی،اضافہ کا نام ہے اور اصل رقم پر جو زیادتی ہو گی وہ ربا کہلائے گی۔چونکہ ربا دوسری قبیح عادات کی طرح معروف تھا اس لئے قرآن میں اس کی جامع مانع تعریف ذکر نہیں کی گئی۔حرمت زنا و قمار وغیرہ کی طرح اسے بھی قبیح و شنیع ہونے کی وجہ سے حرام کیا گیا کیونکہ "ربا" ایک خاص قسم

---

[1] ۔ محمد بن احمد الانصاری القرطبي، الجامع لاحکام القران(الریاض: دار عالم الكتب، ۲۰۰۳) ، ۳:۳۴۸

Muhammad bin Ahmad Al-Qurtubi,Al Jame le Ahakam ul Qur'an (Saudi Arabia :Dar Alam Al-Kutub, , 1423), 3: 348

[2] ۔ سورة الروم:۳۹;

Al room:39

3 ۔ سورة البقرة:۲۷۸

Al Baqarah:278

کی زیادتی کا نام تھا جس سے اہل عرب خوب متعارف تھے اسلئے قرآن مجید میں اسکی کوئی تشریح نہیں کی گئی اور صرف یہ کہنے پر اکتفا کیا گیا کہ اللہ نے اسکو حرام کیا ہے اسے چھوڑ دو۔اور وہ خاص زیادتی قرض کے معاملے میں مشروط اضافہ تھا، جسے ''ربا'' کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔

ربا کا اصطلاحی مفہوم: ربا کی اصطلاحی تعریف کا اطلاق قرض پر بھی ہوتا ہے اور خرید وفروخت پر بھی،قرض کی صورت میں ربا اس زیادتی کو کہا جاتا ہے جو واپس ادائیگی میں مشروط اضافہ کے ساتھ مقید ہوتی ہے جیسا کہ امام ابو بکر الجصاص اپنی مشہور کتاب ''احکام القرآن'' میں ربا کی تشریح مندرجہ ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:۔

"والربا الذی کانت العرب تعرفه وتفعله انما کان قرض الدراهم والدنانیر الی اجل بزیادة علی مقدار ما استقرض علی ما یتراضون به "[1]

''اور وہ ربا جو اہل عرب کے درمیان معروف اور مستعمل تھا اس کی صورت یہ تھی وہ درہم {چاندی کے سکے} یا دینار {سونے کے سکے} کی شکل میں مخصوص مدت کے لئے اپنے اصل سرمایہ پر متعین اضافے کی شرط کے ساتھ قرض دیا کرتے تھے۔اور یہ اضافہ باہم رضامندی سے طے کیا جاتا تھا''

تعریف سے واضح ہوتا ہے کہ عرب میں مروج "ربا" قرض کی واپس ادائیگی میں مقرر وقت اور مشروط اضافہ کے ساتھ مقید ہوتا اور یہ معاملہ باہم رضامندی سے طے پاتا۔اور خرید وفروخت میں بھی ربا پایا جاتا تھا۔جس کے بے شمار دلائل موجود ہیں۔جیسا کہ علامہ ابن رشد فرماتے ہیں کہ:

"اتفق العلماء علیٰ ان الربا یو جدفی شیئین: فی البیع، و فیما تقرر فی الذمة من بیع وسلف او غیر ذالک"فاما الربا فیما تقرر فی الذمة فهو صنفان :صنف متفق علیه ،وهو ربا الجاهلیة الذی نهی عنه ،وذلک انهم کانوا یسلفون بالزیادة وینظرون ،فکانوا یقولون :انظرنی ازدک ،وهذا هو الذی عناه علیه الصلاة والسلام بقوله فی حجة الوداع "الا وان ربا الجاهلیة موضوع واول ربا اضعه ربا العباس بن عبد المطلب ،والثانی ضع وتعجّل واما الربا فی البیع فان العلماء

---

[1] - أحمد بن علي أبو بكر الرازي الجصاص ،أحكام القرآن(بيروت: دار إحياء التراث العربي، ۱۴۰۵ ھ) ، ۲: ۱۸۴
Ahmed bin Ali Abu Bakr Al-Razi Al-Jassas Al-Hanafi, Ahkam Al-Qur'an, (Beirot,: 1405), 2. 184

اجمعواعلی انه صنفان نسیئه وتفاضل "[1]

"علماء کرام کا اتفاق ہے کہ ربا دو چیزوں میں پایا جاتا ہے۔ ا۔ بیع میں، ۲۔ بیع اور ادھار یعنی قرض وغیرہ کے معاملات میں۔ اس قسم میں ربا دو طرح کا ہے پہلی نوعیت وہ ہے جس پر سب کا اتفاق ہے اور وہ ہے ربا الجاھلیۃ، جس کی (قرآن) میں ممانعت بھی کی گئی ہے، اس میں یہ ہوتا تھا کہ قرض اضافہ کی شرط کے ساتھ دیتے اور وہ مہلت بھی دیتے، گویا کہ یوں معاملہ طے ہوتا تھا کہ وہ خود کہتے مجھے قرض کی ادائیگی کے لئے مزید مہلت دیجئے میں آپ کو زیادہ ادائیگی کرونگا، اور یہی وہ قسم ہے جس کے متعلق نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں فرمایا تھا کہ خبردار! ربا الجاھلیۃ ساقط کردیا گیا ہے اور پہلا ربا (سود) جو میں ختم کرتا ہوں وہ عباس بن عبد المطلب کا سودی معاملہ ہے۔ اور دوسری قسم، "ضع وتعجل" کی ہے اور جو سود بیع (خرید وفروخت) میں پایا جاتا ہے علماء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کا اطلاق ادھار اور ہم جنس اشیاء کے (اضافہ کے ساتھ) تبادلہ میں ہوتا ہے"

قرض کے معاملے میں سود کو ربا الدّیون، ربا الجاھلیة، ربا النسیئة، ربا القرآن بھی کہا جاتا ہے۔ اور جو سود بیع (خرید وفروخت) میں پایا جاتا ہے علماء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کا اطلاق دو طرح کی اقسام پر ہے نسیئہ، یعنی ادھار پر، اور دوسرا تفاضل پر یعنی ہم جنس اشیاء کے (اضافہ کے ساتھ) تبادلہ۔ ہم جنس اشیاء کے تبادلہ میں سود (ربا) اسوقت پایا جاتا ہے جب طرفین میں سے ایک طرف سے اضافہ ہو اور دوسری جانب سے اس کا عوض کچھ نہ ہو۔ جیسا کہ فقہاء کی اصطلاح میں ربا کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ:

"أما في اصطلاح الفقهاء: فهو زيادة أحد البدلين المتجانسين من غير أن يقابل هذه الزيادة عوض۔ "[2]

"دو ہم جنس اشیاء کا تبادلہ کرتے وقت ایک جانب سے اضافہ اسطرح ہو کہ اس زیادتی کے مقابل

---

[1] -- محمد بن احمد بن محمد ابن رشد ،بداية المجتهد ونهاية المقتصد،(لاہور:فاران اکیڈمی،س ن) ، ۲ :۹۶
Muhammad bin Ahmad bin Rushd al-Qurtubi al-Andalsi, Badayat al-Mujthad and Nahayat (Lahore :al-Muqtasad, Faran Academy),2,96.

[2] . -عبد الرحمن بن محمد الجزيري ،الفقه على المذاهب الأربعة(بيروت :دار الكتب العلمية ، ۱۴۲۴ ھ)، ۲:۲۲۱
Abd al-Rahman bin Muhammad Awad al-Jaziri, Al Fiqh alalmazahib arba(Beirot :Dar al-Kutub al-Ilmiya, 1424), 2: 221.

کوئی عوض نہ ہو۔سود کہلاتا ہے“

یعنی اس کے عوض میں نہ اشیاء ہو اور نہ ہی قیمت ہو بلکہ ایک جانب سے اضافہ کا بدل ”خالی“ ہو۔اور یہ ہم جنس اشیاء کے تبادلہ کے ساتھ خاص ہے۔” الهداية في شرح بداية المبتدي ”میں ہے کہ :

"لان الربا هو الفضل المستحق لاحد المتعاقدين فى المعاوضة الخالى عن عوض شرط فيه"[1]

”رِبا اس زائد مال کو کہتے ہیں جو کسی فریق کو لین دین کرتے وقت بطور شرط بلا معاوضہ حاصل ہو“

یعنی کہ وہ اضافی مال جو بلا معاوضہ بطور شرط خرید و فروخت میں یا قرض وغیرہ کے معاملات میں حاصل ہو، اس پر ربا(سود)کا اطلاق ہوگا۔

بینکاری سود

ربا مصارف یا بینکوں کے فوائد و منافع بھی ربا النسیئۃ کی قسم سے ہی ہیں، خواہ یہ(simple interest or compound) منافع مفرد ہو یا مرکب ہو۔اس لئے کہ بینکوں کا اصل کام (lending and borrowing)قرض دینا اور قرض لینا ہے۔اگرچہ بینک دیگر بہت سی سہولیات فراہم کرتا ہے لیکن قرض کے تناظر میں اصل یہ ہے کہ بینک جو قرض دیتا ہے اس پر سود لیتا ہے۔یعنی جدید سودی بینک ایک طرح سود پر لوگوں سے امانتیں وصول کرتے ہیں اور حاجتمندوں اور تاجروں کو سود پر قرض دیتے ہیں۔جدید سودی بینک کے لئے قرض دینا بینک کی آمدنی کا سب سے بڑا وسیلہ ہے۔اب چونکہ بینک کھاتہ داروں کو سود دیتا ہے لہٰذا جب بینک حاجت مندوں کو قرض دیتا ہے تو ان سے اصل کے عوض سود بھی وصول کرتا ہے اور قرض داروں سے جو سود لیا جاتا ہے اس کی شرح کھاتہ داروں کو جو سود دیا جاتا ہے اس کی شرح سے عموماً کچھ زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ بینک کاروباری قرضوں پر زیادہ شرح سود رکھتا ہے گویا شرح سود کے نفع کا تناسب بھی ظلم پر مبنی ہوتا ہے۔جس میں عوام کو نقصان ہی پہنچ رہا ہوتا ہے اگرچہ ظاہر میں بینک نفع مہیا کرتا ہے۔۔چنانچہ "امام وھبۃ الزحیلیؒ"فرماتے ہیں:

" وإن مضار الربا في فوائد البنوك متحققة تماماً، وهي حرام حرام كالربا وإثمها كإثمه، لقوله تعالى: {وإن تُبْتُم فلكم رؤوسُ أموالِكم} [البقرة:279/

---

[1] . ـعلي بن أبي بكر المرغيناني، الهداية في شرح بداية المبتدي، (بيروت:دار احياء التراث العربي ،س ن)، ٣:٦١
Ali bin Abi Bakr Al-Hidaya fi Sharh Bidayat al-Mubtadi (Beirot :Dar Ihya al-Turas al-Arabi), 3: 61

2------ ویکون تحریم ربا المصارف بنص القرآن والسنة وإجماع الصحابة"[1]

"بینکوں کے منافع میں سود کے نقصانات مکمل طور پر ثابت ہیں اور یہ منافع حرام، حرام، حرام ہیں بالکل سود (ربا) کی مانند اور اس کا گناہ بھی ربا کے گناہ کی مانند ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں۔ اگر تم توبہ کرلو تو تمہارے لئے تمہارے اموال کی اصل ہے۔۔۔۔ ربا المصارف کی حرمت قرآن، سنت، اور اجماعِ صحابہ سے ثابت ہوتی ہے"

ربا مصارف یعنی بینکوں کے منافعِ سود کے متعلق فقہاء کرام کی رائے یہی ہے کہ اس پر ربا النسیئۃ کا اطلاق ہی ہو گا۔ کیونکہ بینکوں میں رائج سودی طریقہ کار ہو بہو جاہلیت کے دور کے ربا جاہلیۃ اور ربا النسیئۃ جیسا ہی ہے۔ جیسا کہ درج ذیل عبارت سے بھی واضح ہے۔

"وقد نص القرآن الكريم على تحريم الربا تحريماً قطعياً أبدياً، سواء أكان ربا نسيئة ومنها ربا المصارف، أم ربا فضل، وسواء أكان الربا في البيع أم في القرض، وسواء أكان القرض استهلاكياً أم إنتاجياً.وذلك في قوله تعالى: {وأحل الله البيع وحرم الربا} [البقرة:٢٧٥/ ٢] أي حرم جنس الربا بمختلف أنواعه، وأنذر تعالى بمحق فوائد الربا فقال: {يمحق الله الربا ويربي الصدقات} [البقرة:٢٧٦/ ٢] وأوجب تعالى ترك كل آثار الربا وتصفيته ولو كانت الفائدة قليلة مثل ١٪ بقوله: {يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله، وذروا ما بقي من الربا إن كنتم مؤمنين} [البقرة:٢٧٨/ ٢] وأعلن الحق تبارك وتعالى الحرب والعداوة على أكلة الربا، فقال: {فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله، وإن تبتم فلكم رؤوس أموالكم، لا تَظْلِمون ولا تُظلمون} [البقرة:٢٧٩/ ٢] وهذا أشد عقاب في الإسلام، وأدل على أن الربا أشد الأحكام حرمة وأفظعها وأشنعها جرماً عند الله تعالى، لاستحقاقه عداوة الله والرسول"[2]

"امام وھبۃ الزحیلیؒ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کی نص ربا کی حرمتِ قطعی وابدی پر دلالت کرتی

[1] ۔ وھبة الزحیلی ،الدکتور ، ،الفقه الاسلامی وادلته(بیروت :دار الفكر المعاصر، ١٩٩٧ء) ، ۵ :٣٧۴٧
Dr. Wahba, Al-Zahili, Fiqh al-Islami wa Adilltah(Beirot :Dar al-Fikr al-Masir1997). 5: 3747

[2] ۔ وھبة الزحیلی ،الفقه الاسلامی وادلته،، ۵: ٣٧۵۶
Dr. Wahba Al-Zahili,, Fiqh al-Islami wa Adilltah, 5: 3756

ہے، خواہ وہ ربا نسیئہ ہو(اسی سے ربا مصارف ہے) یا ربا فضل ہو۔ خواہ یہ ربا خرید وفروخت میں ہو یا قرض میں۔ قرض صرفی ہوں یا پیداواری ہو، اللہ نے بیع کو حلال اور ربا کو حرام قرار دیا ہے۔ یعنی کہ ربا کی جنس کو اس کی مختلف انواع سمیت حرام قرار دیا ہے، اور اللہ تعالی نے ربا کے منافع کو ختم کرنے کے ساتھ ڈرایا ہے ''اللہ ربا کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے''۔ اور اللہ تعالی نے اپنے اس قول کے ساتھ ربا کے تمام آثار کو چھوڑ دینا واجب قرار دیا ہے اگر چہ منافع ایک فی صد ہی کیوں نہ ہو۔ ''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو ربا باقی ہے اسے چھوڑ دو اگر تم واقعی مومن ہو''۔ اور اسکے کھانے پر جنگ وعداوت کا اعلان کیا ہے کہ ''اگر تم باز نہ آئے تو اللہ اور اسکے رسول سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ اور اگر تم توبہ کر لیتے ہو تو تمہارے لئے مال کی اصل ہے۔ نہ تم ظلم کروگے اور نہ تم ظلم کئے جاؤگے''۔ یہ اسلام میں سخت ترین سزا ہے جو اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ اللہ کے نزدیک ربا انتہائی سخت قبیح وشنیع جرم ہے اور اس کی حرمت شدید ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی مول لینے کا مستحق بناتی ہے۔

سود وربا کی حرمت نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہے اور متعدد قرآنی آیات واحادیث اس کی حرمت اور قباحت پر شاہد ہیں، اور اس کی حرمت پر تمام شرائع سابقہ کا بھی اجماع ہے اور علماء وفقہاء کا بھی اجماع ثابت ہے۔ علامہ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں:

"وهو محرّم بالكتاب والسنّة والاجماع "[1]

''سود کتاب وسنت اور اجماع امت کے دلائل سے حرام ہے''۔

"صالح بن فوزان" فرماتے ہیں کہ:

''هذا الموضوع من أخطر المواضيع، وهو موضوع الربا الذي أجمعت الشرائع على تحريمه، وتوعد الله المتعامل به بأشد الوعيد''۔[2]

''ربا کا موضوع خطرناک موضوعات سے ہے کیونکہ اسکی تحریم پر شرائع کا اجماع ہے اور اللہ تعالی

[1] ۔ عبد الله بن أحمد ابن قدامة المقدسي ،المغني(القاہرہ:مکتبة ، ١٣٨٨ھ)، ٣:٤
Abdulah bin ahmad ibn e qudama,almugni,(alqahira:mktba,1388),4:3

[2] - صالح بن فوزان ، الملخص الفقهي(الرياض: دار العاصمة ، ١٤٢٣ھ)، ٢ :٣٣
Saleh bin Fawzan,Almulakhisul fiqhe (Riyadh: Dar Al-Asima, 1423), 2:33

نے اس کے کرنے والے کو سخت وعید سے ڈرایا ہے"

گویا کہ سود کی حرمت پر اجماع ہے۔اور یہ اجماع صرف اسوقت کے اکابرین وجماہیر کا نہیں ہے بلکہ شرائع بھی سود کی حرمت پر مجتمع تھیں،اسی اجماع کی بناپر اس کو انتہائی خطرناک اور حساس موضوع قرار دیا ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔کیونکہ اسلام جس نقشے پر انسان کی اخلاقی تربیت، تمدنی شیرازہ بندی اور معاشی تنظیم کرنا چاہتا ہے اس کے ہر ہر جزء سے سود کلی منافات رکھتا ہے اور سودی کاروبار کی ادنی سے ادنی اور بظاہر معصوم سے معصوم صورت بھی اس پورے نقشے کو خراب کردیتی ہے جو شریعت اسلامیہ کی معاشی ومالیاتی نظام کی روح ہے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں حق تعالی نے اس قدر سخت الفاظ کے ساتھ ربا(سود) کو ختم کرنے کا حکم دیا ہے۔

حاصل کلام:

مالیاتی نظام میں حرمت کا انحصار تین امور اصلیہ " ظلم،غرر اور ربا"پر ہے۔جس بھی مالی معاملات میں ان میں سے کسی کی بھی آمیزش ہوگی وہ معاملہ حرام قرار پائے گا اور جس میں یہ امور نہیں ہونگے وہ جائز وحلال پائے گا۔کیونکہ جب مالی معاملہ خرید وفروخت کرنے میں دھوکہ دہی اور حق تلفی سے پاک ہوگا تو وہ عین عدل پر مبنی ہوگا اور ایسی تجارت اور کاروبار میں عدل کے سبب برکت بھی ہوگی اور اگر مالی معاملات میں سود ہوگا تو وہ انتہائی ظلم پر مبنی صورت ہوگی جس کے مفاسدات تمام مالیاتی نظام پر غالب رہیں گے۔ظلم،ربا اور غرر کی حرمت کی وجہ وہ منفی اور تباہ کن نتائج ہیں جو اس فعل کے کرنے والے پر مرتب ہوتے ہیں یہ منفی نتائج اللہ تعالی کے دیگر تمام قوانین کی طرح ابدی ہیں،یعنی زمان ومکان سے بے نیاز ہیں۔بالفاظ دیگر روئے زمین پر دنیا کا کوئی بھی شخص کبھی بھی اور کہیں بھی ان تینوں میں سے کسی حرام معاملہ کو انجام دے گا تو اسے انہی منفی نتائج کا سامنا کرنا ہوگا اور اس سلسلے میں کسی کو بھی استثنیٰ حاصل نہیں ہے۔کیونکہ اسلام کا اقتصادی نظام گردش دولت کی حمایت کرتا ہے جبکہ یہ تینوں امور جن رذائل کا مجموعہ ہیں ان کا ہر ہر جز اسلامی نظام معیشت کے اصول اور اعلیٰ اوصافِ حمیدہ کی نفی کرتا ہے۔

نوٹ: مجھے اس آرٹیکل سے کوئی مفاد نہ ہے،اور نہ ہی میں نے اس کے علاوہ کہیں اور چھپوایا ہے۔اس میں پیش کی گئی تحقیق میری ذاتی ہے،اور یہ آرٹیکل عام لوگوں کے مطالعہ اور فائدہ کے لیے لکھا گیا ہے۔